سلسله وار

شماره ۳

تعلیمی تربیتی و فکری

بچوں کا
مشرب ناب

متاب پبلیکیشنز

فہرست

محتاج اور دولت مند	2
نادان دوست (حکمتِ علی علیہ سلام)	3
گاجر یں کہاں گئی؟(منافقت از نظر قرآن)	5
شیطانوں کی سازش(دشمن شناسی)	9
محنت اور کوشش (امام محمد باقر علیہ سلام)	12
خدائے مہربان	15
خدا کے قریب کون؟(مفہوم قربانی)ایک اصطلاح اور اس کی وضاحت	16
غدیر، روز ولایت	19
بادشاہ کون؟	23
مظلوم پرندے(فلسطین پر اسرائیلی قبضے کی داستان)	25
پیٹو (آداب اسلامی---کھانے کے آداب)	28

کتاب حاصل کرنے، اور مزید معلومات کے لئے

kids.mashrabenaab.com

پر رجوع کریں۔

محتاج اور دولت مند

رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم حسب معمول اپنے گھر میں بیٹھے تھے اصحاب اور ساتھی ارد گرد دائرہ بنائے بیٹھے تھے جیسے انگوٹھی کے درمیان نگینہ ہو۔ اسی دوران ایک غریب اور مفلس مسلمان رسولؐ کے گھر میں داخل ہوا اور اسلامی اصولوں کا خیال رکھتے ہوئے، جس کے مطابق ہر شخص کو برابر کا درجہ حاصل ہے اور نئے آنے والے کو جہاں خالی جگہ ملے اُسی جگہ بیٹھ جانا چاہیے اور یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ فلاں جگہ میری شان و شوکت کے مطابق ہے یا نہیں ہے، وہ غریب مسلمان اپنے بیٹھنے کے لیے خالی جگہ تلاش کرنے لگا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا تو ایک کونے میں اسے خالی جگہ نظر آئی۔ لہٰذا نہایت خاموشی کے ساتھ وہ وہاں پر بیٹھ گیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس کے قریب ایک دولت مند شخص پہلے ہی سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس غریب مسلمان کو اپنے قریب بیٹھا ہوا دیکھ کر اس دولت مند آدمی نے اپنے قیمتی کپڑے سمیٹے اور کنارے ہٹ گیا۔ رسولؐ بڑے غور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ دولت مند آدمی کا یہ اخلاق دیکھ کر پیغمبر اسلام نے اسے مخاطب کیا اور کہا: "کیا تم ڈر گئے ہو کہ کہیں اس کی مفلسی اور فقیری تمہیں نہ لگ جائے؟"

"نہیں، یا رسول اللہ! نہیں۔" اُس دولت مند شخص نے جواب دیا۔

رسولؐ نے اُس سے دوبارہ سوال کیا "تو پھر آخر کیا بات تھی جس کی وجہ سے تم اس مفلس آدمی کو دیکھتے ہی ایک کنارے ہٹ گئے؟"

اُس دولت مند شخص نے جواب دیا "اے اللہ کے رسولؐ! مجھ سے غلطی ہو گئی اور میں اپنی غلطی قبول کرتا ہوں۔ اس گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں اور کفارہ کی صورت میں، میں اپنے مال کا آدھا حصہ اپنے اس غریب اور مفلس بھائی کو دینا چاہتا ہوں۔"

دولت مند آدمی کی یہ بات سن کر وہ غریب مسلمان بول پڑا۔ "لیکن میں اسے قبول کرنے کے لیے بلکل راضی نہیں ہوں۔"

مجلسِ رسول میں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں نے پوچھا۔ "آخر کیوں؟"

تو پھر اُس غریب شخص نے جواب دیا "میں ڈرتا ہوں کہ کہیں دولت کی زیادتی ایک دن مجھے بھی اتنا مغرور نہ کر دے کہ میں بھی اپنے دوسرے مفلس مسلمان بھائی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنے لگوں جیسا اس شخص نے آج میرے ساتھ کیا ہے۔"

پیارے بچو! ہمیں بھی کبھی غرور نہیں کرنا چاہیے اور اگر کوئی غریب شخص ہمارے قریب ہو تو اس سے بھی اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے۔

حکمت علیؑ

نادان دوست

ظہر کا وقت تھا اور گرمی بہت شدید تھی۔ بلو اپنے چاچا سے ملنے دوسرے گاؤں جا رہا تھا۔ بلو کو اس گاؤں تک پہنچنے کے لئے ایک جنگل سے گزرنا تھا۔

دوپہر ہو چکی تھی اور بلو کو بہت بھوک بھی لگ رہی تھی اس لیے اُس نے سوچا کہ ایک گھنے درخت کے نیچے بیٹھ کر کھانا کھالے۔ پہلے نزدیک موجود چشمے سے پانی لے کر اس نے منہ ہاتھ دھویا اور پھر جو کھانا ساتھ لایا تھا اسے نکال کر کھانے لگا۔ کھانا کھانے کے بعد اُسے نیند بھی آنے لگی۔ اُس نے سوچا کہ کیوں نہ اسی گھنے درخت کے نیچے کچھ دیر آرام کر لیا جائے تاکہ آگے کا سفر آسانی سے گذر سکے۔

درخت کی ٹھنڈی ہوا کے نیچے اس کا پسینہ سوکھ گیا اور وہ مزے سے سونے لگا۔

ابھی اُسے سوئے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک ایک آواز سے اُس کی آنکھ کُھل گئی۔ یہ آواز کسی جانور کی تھی جو مسلسل چیخ رہا تھا۔ بلو کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ کس جانور کے چیخنے کی آواز ہے اور وہ کس وجہ سے چیخ رہا ہے۔ وہ فوراً آواز کی طرف دوڑنے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد اس کے سامنے ایک ایسا منظر آگیا جس کو دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ اس نے دیکھا کہ سامنے ہی ایک بڑا سا بھالو ہے جس کے پیر میں کانٹا چُبھا ہوا ہے اور وہ اس کانٹے کو مسلسل نکالنے کی کوشش کر رہا ہے اور ساتھ میں درد کی وجہ سے چیخ بھی رہا ہے۔

بلو نے یہ دیکھا تو اسے بھالو پر بہت رحم آیا اور اس نے فوراً آگے بڑھ کر بھالو کے پیر سے کانٹا نکال لیا۔ کانٹا نکلنے کے بعد بھالو نے سکون کا سانس لیا اور پھر بلو کی طرف بڑھنے لگا۔ بلو پہلے تو بہت گھبرایا لیکن جب اس نے بھالو کا دوستانہ رویہ دیکھا تو مطمئن ہو گیا اور اس کا خوف دور ہو گیا۔

وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا تو بھالو بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

بلو نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا تو بھالو نے شکریہ کے طور پر بلو کے پیروں سے اپنے سر کو رگڑا۔ بلو نے اس سے اسکا نام پوچھا تو اس نے بتایا کہ سب لوگ مجھے بھولا بھالو کہتے ہیں۔ بلو نے بھی اسے اپنا نام بتایا اور دوبارہ اپنے چاچا کے گاؤں کی طرف جانے کے لئے چل پڑا۔ چند قدم چلنے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ بھالو اس کے پیچھے پیچھے آرہا

ہے۔ دراصل بھولا بھالو احسان کو بھولنے والا نہیں تھا، وہ اپنے دوست سے دور ہونا نہیں چاہتا تھا۔ ببلو یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بھولے بھالو کے آگے آگے چلنے لگا۔

راستے میں ایک بوڑھے کسان نے ان دونوں کو دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا۔ اس نے زور سے آواز دے کر ببلو سے کہا:

"اے نوجوان! تم نے ایک نادان جانور سے دوستی کرلی ہے۔ اس کا جسم تو بڑا ہے لیکن دماغ بہت چھوٹا ہے۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن میں تجربہ رکھتا ہوں۔ میری بات مانو کبھی کسی بے وقوف سے دوستی نہ کرو، کیونکہ جب وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا تو بے وقوفی کی وجہ سے تمہیں نقصان پہنچا دے گا۔"

ببلو نے کسان کی ایک نہ سنی اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ یہ بوڑھا تو مجھ سے حسد کر رہا ہے۔ شاید اِسے یہ بات بُری لگ رہی ہے کہ میری دوستی ایک طاقتور جانور سے ہو گئی ہے۔ وہ بھالو کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔

کچھ دیر بعد ببلو دوبارہ تھک گیا تو وہ ایک دریا کے قریب جا کر لیٹ گیا۔ اس نے بھالو سے کہا "مجھے تھوڑی دیر سونا ہے، تم میرا اور میرے سامان کا خیال رکھنا۔"

کچھ ہی دیر بعد ببلو کو گہری نیند آ گئی اور وہ خراٹے لینے لگا۔

وفادار لیکن نادان بھالو وہیں کھڑا تھا اور ببلو کی حفاظت کر تا رہا۔

اسی دوران ایک مکھی ببلو کے گال پر آ کر بیٹھ گئی۔ بھولے بھالو نے ہاتھ ہلا کر اسے ہٹا دیا۔ کچھ دیر بعد وہ دوبارہ ببلو کے منہ پر جا کر بیٹھ گئی۔ بھالو نے دوبارہ اسے اُڑا دیا۔ لیکن مکھی وہیں اُڑتی رہی اور تھوڑی دیر بعد پھر سے ببلو کے چہرے پر پھر بیٹھ گئی۔

اب تو بھالو کو بڑا غصہ آیا اور اس نے سوچا کہ میں اس مکھی کو مار ہی دیتا ہوں تاکہ میرے دوست کی نیند اس مکھی کی وجہ سے خراب نہ ہو۔

چنانچہ اس نے نزدیک پڑا ہوا پتھر اٹھایا اور جیسے ہی مکھی ببلو کے چہرے پر بیٹھی، اس نے فوراً وہ پتھر ببلو کے منہ پر دے مارا۔ پتھر کا لگنا تھا کہ

ببلو کی ناک سے خون نکلنے لگا اور وہ زور زور سے چلانے لگا۔ "بھالو یہ تم نے کیا کر دیا۔۔ اُف۔۔۔۔ مجھے بہت درد ہو رہا ہے۔۔۔ کیوں میں نے تم سے دوستی کی۔۔ کاش اُس کسان کی بات مان لی ہوتی تو آج مجھے یہ تکلیف برداشت نہ کرنی پڑتی، اُف میری ناک۔۔"

اس طرح سے ببلو کو اُس بوڑھے کسان کی بات نہ ماننے اور ایک بے وقوف سے دوستی کی سزا مل گئی۔

پیارے بچو! اس لیے امام علی علیہ سلام نہج البلاغہ کی حکمت نمبر ۳۸ میں فرماتے ہیں:

"بے وقوف انسان سے کبھی دوستی مت کرنا اس لیے کہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا تو بھی تمہارا نقصان کر دے گا۔"

منافقت از نظر قرآن

گاجریں کہاں گئی؟

پیارے بچو! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک گاؤں میں کھانے پینے کی شدید کمی ہو گئی تھی کیونکہ بارشوں کی وجہ سے ساری فصلیں خراب ہو چکی تھیں۔ سردیوں کا موسم آنے تک گاؤں والوں کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی اور سب ہی بہت پریشان تھے کہ آنے والے دنوں میں ہمارا اور ہمارے گھر والوں کا گزارا کیسے ہو گا۔

گاؤں میں ایک عقلمند شخص جس کا نام ولی تھا، اُس نے تمام گاؤں والوں کو جمع کیا اور مشورہ دیا کہ "کیوں نا ہم ایسا کریں کہ اپنے پاس موجود کھانے پینے کی تمام چیزیں لے کر حاکم کے پاس جمع کروا دیں۔ کسی کے پاس گاجریں ہیں، کسی کے پاس آلو، کسی کے پاس چاول ہوں گے اور کسی پاس گندم۔ اس طرح حاکم ان تمام چیزوں کی راشن بندی کر کے سب گاؤں والوں میں روز برابر تقسیم کرتا رہے گا تاکہ کوئی بھی بھوکا نہ رہے۔" سب گاؤں والوں کو ولی کا یہ مشورہ بہت پسند آیا۔ ایک اور شخص نے آگے بڑھ کر کہا "بالکل درست! یہ سب کے ساتھ انصاف ہو گا اور سب کو سردیاں گزارنے کے لیے ضرورت بھر راشن ملتا رہے گا جب تک کہ ہماری نئی فصلیں تیار نہ ہو جائیں۔"

اور پھر سب گاؤں والے اس مشورے پر راضی ہو گئے لیکن مکھی چوس یہ سن کر بالکل بھی خوش نہ ہوا۔ نام تو اس کا ابوحمزہ تھا لیکن اس کی کنجوسی کی وجہ سے لوگ اسے مکھی چوس کہنے لگے تھے۔ اس کے گھر میں سیکڑوں گاجریں موجود تھیں اور وہ ساری سردیاں آرام سے ان کا سوپ پی کر گزار سکتا تھا۔ وہ گاؤں کے دوسرے لوگوں میں اپنی گاجریں تقسیم نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"بھلا یہ کیسا انصاف ہے! میں اپنی ساری گاجریں حاکم کے پاس جمع کیوں کرواؤں، لوگوں کے فائدہ اٹھانے سے بہتر ہے میں اکیلے ہی ان گاجروں کو استعمال کر کے اپنی تمام سردیاں آرام سے گزاروں۔" اس نے سوچا۔

گاؤں کے تمام لوگوں نے حاکم کو اپنے پاس موجود تمام کھانے پینے کی چیزوں کی تفصیل لکھوا دی تاکہ حاکم اپنے آدمیوں کے ذریعے وہ تمام سامان منگوا کر سرکاری اسٹور میں محفوظ کر سکے اور روزانہ کی بنیادوں پر یہ خوراک راشن کی صورت میں سب کو برابر تقسیم کیا جا سکے۔ مکھی

چوس نے اپنی باری آنے پر حاکم کو بتایا "میرے پاس صرف ایک کلو گاجریں، ایک پیکٹ چائے اور آدھا ڈبہ چینی ہے۔"

ولی جانتا تھا کہ ابو حمزہ جھوٹ بول رہا ہے اور منافقت کر رہا ہے۔ لوگوں کے سامنے تو اپنے آپ کو غریب اور مفلس ظاہر کر رہا ہے کہ اس کے پاس صرف تھوڑا سا کھانے کا سامان ہے مگر دراصل اس کے پاس گاجروں کا ڈھیر ہے۔"

لیکن بھائی ابو حمزہ! آپ کے پاس تو سیکڑوں گاجریں ہیں۔ میں خود آپ کے گھر کا اسٹور دیکھ چکا ہوں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے پاس صرف ایک کلو گاجریں ہیں؟" ولی نے حیرت اور غصے سے کہا پھر وہ حاکم سے مخاطب ہوا:

"جناب! مجھے امید ہے کہ آپ کے آدمی ان کے گھر کی تلاشی لیں گے۔ یہ حضرت مکھی چوس ہی نہیں، خود غرض اور جھوٹے بھی ہیں۔"

"ہرگز نہیں!" مکھی چوس غصے سے چلایا۔ میں بالکل سچ بول رہا ہوں۔ میرے پاس صرف ایک کلو گاجریں ہیں۔ جناب حاکم! آپ کے آدمی اچھی طرح میرے گھر کی تلاشی لے کر اپنا اطمینان کر سکتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ میں خود غرض نہیں ہوں، میں سب کے سامنے یہ اعلان کرتا ہوں کہ آپ روزانہ دوسرے لوگوں کو جتنا راشن تقسیم کریں گے، میں اس کا صرف آدھا راشن لیا کروں گا تاکہ دوسروں کو مجھ سے زیادہ خوراک مل سکے۔" یہ کہتے ہوئے وہ فاتحانہ انداز میں ولی کی طرف مڑا۔

یہ سن کر ہر جگہ سناٹا چھا گیا۔ لوگ دل ہی دل میں مکھی چوس کی تعریف کرنے لگے لیکن ولی کو ابھی بھی اس کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"خیر! کل دیکھا جائے گا۔" اس نے کہا۔

مکھی چوس غصے میں بھرا ہوا گھر کی طرف روانہ ہوا۔

"اب مجھے اپنی تمام گاجروں کا اسٹاک کہیں چھپانا پڑے گا صرف اس ولی کی وجہ سے۔ کیا مصیبت ہے! میں ایک کلو گاجریں چھوڑ کر باقی ساری گاجریں ٹرالی میں بھر کے اپنے گھر کے سامنے موجود میدان میں کھود کر دبا دوں گا اور وہاں کوئی نشانی لگا دوں گا اور پھر روز رات کو میں اپنے سوپ کے لیے دو تین گاجریں نکال کے لے آؤں گا۔ اس طرح حاکم کی طرف سے ملنے والے نصف راشن سے بھی میرا کام چلتا رہے گا۔ واہ! کیا ترکیب ہے۔"

مکھی چوس نے اپنی شیطانی ترکیب پر خود اپنے آپ کو شاباشی دی۔

اس رات مکھی چوس نے اپنی تمام گاجریں گھر کے سامنے موجود میدان میں کھود کر دبا دیں۔ پھر نشانی کے طور پر اس نے وہاں چار سفید پتھر رکھ دیے۔ اگلے دن حاکم کے ملازم تمام گھروں سے کھانے پینے کا سامان جمع کرنے آئے۔ جب وہ مکھی چوس کے گھر پہنچے تو اس نے گھر کے دروازے ان کے لیے کھول دیے۔

"آکر تمام کھانے پینے کی اشیاء لے جائیں۔ میں اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھنا چاہتا۔" اس نے اعتماد سے کہا۔

اسٹور میں صرف ایک کلو گاجریں پڑی تھیں۔

"یہ سچ بول رہا تھا۔ ولی کو ضرور غلط فہمی ہوئی تھی۔" ملازموں نے کہا۔

اگلی صبح سب لوگ سرکاری اسٹور سے راشن لینے گئے۔ مکھی چوس نے اپنے اعلان کے مطابق صرف آدھا راشن لیا اور راشن لیتے ہوئے کہنے لگا:

"مجھے گاجریں بالکل نہ دیجیے گا کیونکہ مجھے سخت ناپسند ہیں۔" اس نے ولی کو سنانے کے لیے اونچی آواز میں کہا۔

اس نے رات میں ہی میدان میں نشان زدہ جگہ کھود کر تھوڑی گاجریں نکال لی تھیں، لہٰذا گھر آکر اس نے گاجروں کا مزے دار سوپ بنایا اور یوں باقی گاؤں والوں کی نسبت سب سے زیادہ کھانا کھایا۔ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد وہ مزے سے لمبی تان کر سو گیا کیونکہ اس کے پاس ضمیر نامی کوئی چیز نہیں تھی۔

لیکن جب وہ صبح اٹھا تو ایک نئی حیرت اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے گھر کے باہر موجود میدان برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ پوری رات برف باری ہوئی تھی، جو دن بھر جاری رہی، لہٰذا جب رات کو مکھی چوس گاجریں نکالنے میدان میں گیا تو اسے وہ جگہ نہیں ملی کیونکہ اس کی لگائی گئی نشانی برف کے نیچے دب کر غائب ہو چکی تھی۔ مکھی چوس ہاتھ مل کر رہ گیا۔

اب وہ اپنی گاجریں نکالنے کے لیے پورا میدان نہیں کھود سکتا تھا اور حاکم کے ہاں سے بھی اس کی اپنی فرمائش کے مطابق صرف آدھا راشن ملنا تھا۔

"کوئی بات نہیں! جب برف پگھل جائے گی تو میں اپنی گاجریں پھر حاصل کر لوں گا۔ صرف چند دنوں کی بات ہے۔" اس نے خود کو تسلی دی۔

اب سُنیے! برف باری کے دوران گاؤں کے نزدیک جنگل میں رہنے والے خرگوش بھی بھوک سے پریشان تھے کیونکہ سارا گھاس پھونس برف کے نیچے دب ہو چکا تھا۔ لیکن پھر ایک خرگوش کو گاجروں کے ذخیرے کی خوشبو آ گئی۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس نے ذخیرے تک ایک لمبی سی سرنگ کھود لی۔

اس نے دوسرے تمام خرگوشوں کو اس خزانے کے بارے میں بتا دیا۔ یوں سارے خرگوش خوشی خوشی روزانہ اُس سرنگ میں جا کر دعوت اُڑانے لگی۔

ایک دن ولی نے میدان سے گزرتے ہوئے برف پر ایک آدھ کھائی ہوئی گاجر دیکھ لی۔ ذرا سے فاصلے پر اسے ایک اور گاجر نظر آئی اور پھر ایک اور۔ جلد ہی وہ اس سوراخ تک پہنچ گیا جہاں تک خرگوشوں نے سرنگ کھود رکھی تھی۔ گاجروں کا ذخیرہ دیکھتے ہی سارا معاملہ وہ فوراً سمجھ گیا۔ "مجھے حاکم کو اطلاع دینی چاہیے کہ یہاں سیکڑوں گاجریں دفن ہیں۔" ولی نے اپنے آپ سے کہا اور پھر وہ فوراً حاکم کے پاس دوڑا۔

جلد ہی حاکم کے ملازموں نے وہاں دفن تمام گاجریں نکال کر سرکاری خزانے میں لے لیں لیکن اس ساری کارروائی کا علم مکھی چوس کو نہ ہو سکا۔

موسم بدل رہا تھا اور برف تقریباً پگھل چکی تھی۔ مکھی چوس بہت خوش تھا کیونکہ اب وہ دوبارہ اپنے ذخیرے سے گاجریں نکال سکتا تھا۔

اس رات وہ لالٹین لے کر میدان میں اس جگہ پہنچا جہاں اس نے نشانی کے پتھر رکھے تھے، لیکن اب وہاں ایک بھی گاجر نہیں تھی سوائے چند آدھی کھائی ہوئی گاجروں کے جو خرگوشوں نے چھوڑی تھیں۔

مکھی چوس سر پکڑ کر رونے لگا:

"اوہ! میری سب گاجریں خرگوش کھا گئے۔ ہائے ہائے! اب میں کیا کروں گا؟"

اگلے دن جب وہ دوسروں کے ساتھ اپنا راشن لینے گیا تو اس نے وہاں گاجروں کا انبار دیکھا۔ ولی پہلے گاجروں کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا اور پھر بولا:

"ابوحمزہ! کتنے افسوس کی بات ہے کہ آپ کو گاجریں بالکل پسند نہیں۔ یہ گاجریں کل شام آپ کے گھر کے باہر والے میدان سے برآمد ہوئی ہیں۔ کتنی حیران کُن بات ہے نا؟ اب گاؤں میں سب کو ان میں سے روزانہ اچھا حصہ ملے گا سوائے آپ کے، کیونکہ آپ گاجریں جو نہیں کھاتے۔"

لہٰذا غریب مکھی چوس کو گاجریں نہیں ملیں اور چونکہ اسے راشن بھی دوسروں کے مقابلے میں آدھا ملتا تھا اس لیے وہ تقریباً پوری سردیاں بھوکا رہا۔ جب سردیاں گزر گئیں اور موسم بہار کی فصلیں کھڑی ہو گئیں تب مکھی چوس کو پیٹ بھر کر کھانے کو نصیب ہوا۔

"میں اب کبھی ایسی دھوکے بازی نہیں کروں گا۔ میری توبہ! میں نے دوسروں کو دھوکا دینا چاہا مگر خود ہی دھوکا کھا گیا اگر میں نے یہ منافقت نہ کی ہوتی اور اپنی ساری گاجریں شروع میں ہی جمع کروا دی ہوتیں تو دوسروں کے ساتھ مجھے بھی ساری سردی اپنا حصہ ملتا رہتا اور مجھے اس طرح بھوکا نہیں رہنا پڑتا، لیکن میں نے زیادہ کی لالچ میں تھوڑا بھی گنوا دیا۔" وہ جب بھی کھانا کھانے بیٹھتا، یہی دہراتا۔

خرگوشوں کی طرف سے ملا ہوا سبق اس کی زندگی بھر کے لیے کافی ہو گیا تھا۔

سچ بات ہے جو دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے وہ دراصل اپنے آپ کو ہی دھوکا دے رہا ہوتا ہے اور یہی منافق کی علامت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

يُخَـٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (سورہ بقرہ آیت ۹)

ترجمہ "یہ خدا اور صاحبان ایمان کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں حالانکہ اپنے ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں اور سمجھتے بھی نہیں ہیں۔"

دشمن شناسی

شیطانوں کی سازش

"بیٹا ریحان رات میں یہ برگر، چپس اور اتنی heavy چیزیں نہ کھاؤ ورنہ پیٹ میں درد ہو جائے گا۔۔۔"

"اب کھا ہی رہے ہو تو سونے سے پہلے walk ضرور کر لینا اور میز کو بھی صاف کر دینا۔"

امی یہ کہہ کے کمرے کی طرف چلی گئی۔۔۔

ریحان جو کہ برگر اور چپس مزے لے لے کر کھا رہا تھا اور ہر طرف گند ہی گند پھیلا رہا تھا۔ کیچپ تو ریحان اپنے کپڑوں اور انگلیوں کو بھی کھلا رہا تھا۔ برگر اور چپس ایک ساتھ کھانے سے منہ گول گیند کی طرح لگ رہا تھا۔۔۔ آخر میں اس نے کولڈ ڈرنک سے بھرا گلاس پیا اور میز پر گلاس رکھ کر میز کو صاف کیے بغیر کھڑا ہو گیا۔

چونکہ ریحان نے کھانا بہت زیادہ کھا لیا تھا اور پیٹ میں بھاری ہو چکا تھا اس لیے اب ریحان سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ وہ کمرے میں جا کر بیڈ پر گر گیا اور ساتھ ہی سو بھی گیا۔۔۔۔۔۔

اچانک سے کمرے کے باہر سے ہنسنے کی آوازیں آنے لگی۔ ریحان اُٹھا اور آہستہ آہستہ قدموں کو بڑھا کر ہلکا سا دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو ریحان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔

باہر تین بڑے بڑے عجیب شکلوں کے انسان نما شخص کھڑے تھے جو آپس میں ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ پہلے تو ریحان ڈر گیا پھر ریحان اُن کی باتیں سننے لگا جو بار بار ریحان کا نام لے رہے تھے۔

ریحان نے سوچا یہ تو میرے بارے میں بات کر رہے ہیں اور آپس میں بھی وہ ایک دوسرے کے نام لے رہے تھے۔ جس میں ایک کا نام تھا گندو دوسرے کا نام چوچا اور تیسرے کا نام گُپا تھا۔۔۔

سب سے پہلے گندو بولا " دیکھنا کچھ ہی دنوں میں ریحان ہمارا بہت اچھا دوست بن جائے گا کیونکہ آج اس نے میرے بہکانے پر اسکول میں اپنے دوست کو دھکا دیا اور اپنی بہن سے بھی لڑائی کی اور کل ہوم ورک بھی میرے بہکانے پر نہیں کیا تھا اور میرے بہکانے پر ناخن بھی نہیں کاٹے اور آج تو کھانا بھی جلدی جلدی کھا رہا تھا ہاہاہا ۔۔۔۔۔"

چوچابولا۔۔۔" صحیح کہہ رہے ہو میرے بہکانے پر اس نے بغیر پوچھے اپنے بابا کے wallet سے پیسے نکال کر بر گر، چپس اور کولڈ ڈرنک

خریدی اور خوب مزے سے سب کھایا۔ہاہاہاہاہاہا۔۔۔"

گندو پھر بولا" اور میرے بہکانے پر اس نے میز بھی صاف نہیں کی اور نہ ہی walk کی۔۔. دیکھا میرے کہنے پر خوب گندا بھی رہتا ہے، گھر کو بھی گندا رکھتا ہے، اپنے ماما، بابا اور ٹیچر کی بھی بات نہیں مانتا۔" چوچا اور گندوں کی باتیں سن کر گُپا بولا "ہاہا۔۔۔دیکھنا تم دونوں سے پہلے وہ میرا دوست بننے والا ہے۔۔"

گندو نے چوچا کو دھکا دیا اور گُپا سے پوچھا" وہ کیسے ؟"

گُپا نے کہا۔۔۔" ریحان تو میرے بہکانے پر قاری صاحب کو جھوٹے message کر کے کہہ دیتا ہے کہ میری طبیعت خراب ہے اور میں آج قران نہیں پڑھ سکتا۔"

"اور میں موبائل میں اُلجھا کر اس کو نماز سے بھی دور کر دیتا ہوں۔۔" چوچا زور سے ہنسا" اچھا جب ہی تمہاری ناک آج کل سیدھی ہوتی جارہی ہے "اور پھر گندو اور چوچا زور زور سے ہنسنے لگے۔۔۔۔

گندو بولا" سچ میں !لگ رہا ہے اب ہم تین نہیں چار دوست ہو ہی جائیں گے۔۔کیونکہ ریحان کو اب نہانے سے بھی کوئی غرض نہیں ہر وقت گندا ہی رہتا ہے اور ہر بات ہمارے کہنے پر کرتا ہے۔۔"

ریحان جو سب باتیں سُن رہا تھا دل ہی دل میں بہت نادم اور اُداس ہوا فوراً وضو کرنے کے لیے واش روم گیا اور جائے نماز پر کھڑا ہو گیا۔ایک دم پھر کمرے سے زور زور سے چیخوں کی آوازیں آنے لگی "ہائے ہائے!!یہ نماز کس نے شروع کر دی۔گُپا بولا" ہائے میری ناک ہائے میری ناک!!گندو بھی زور زور سے کہنے لگا" ریحان نماز روک دو!ریحان نماز روک دو۔۔۔۔"

ریحان بھی چیخ چیخ کر کہنے لگا" میں نماز ضرور پڑھوں گا!میں نماز ضرور پڑھوں گا۔۔۔۔۔۔"

یہ کہتے کہتے ریحان کی آنکھ کھل گئی۔سامنے کھڑی امی اسے فجر کی نماز کے لیے اٹھا رہی تھی۔۔۔۔

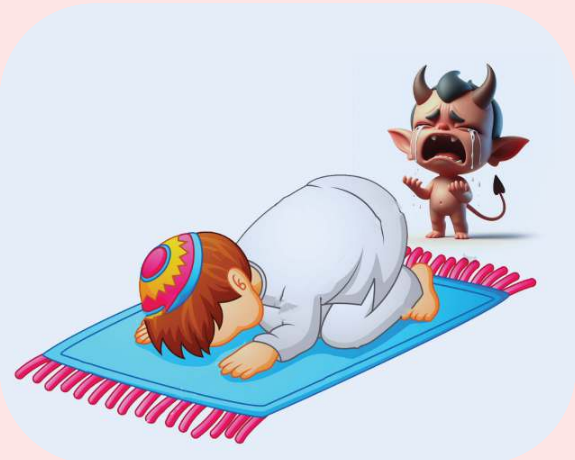

امی نے پوچھا" بیٹا ریحان!کیا ہوا کیوں چیخ رہے ہو ؟کیا کوئی بُرا خواب دیکھا تھا؟"

ریحان بہت اُداسی سے امی سے بولا" امی جان!رات کو میں نے آپ کا کہنا نہیں مانا اور walk کیے بغیر ہی سو گیا اور میں نے بہت خوفناک خواب دیکھا کہ شیطان مجھے اپنا دوست بنانے والے تھے کیونکہ میں نماز

اور قرآن سے بہت دور ہو گیا تھا اور وہ تمام غلط کام کرتا تھا جنہیں آپ مجھے منع کرتی تھیں، لیکن شیطان سب سے زیادہ خوش میرے نماز چھوڑنے پر ہو رہے تھے، اس سے ان کی ناک بھی ٹھیک ہو رہی تھی لیکن مجھے سمجھ نہیں آرہا میری نماز نہ پڑھنے سے ان کی ناک کیوں ٹھیک ہو رہی تھی؟" امی نے پیار سے ریحان کو کہا بیٹا... امام مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں "نماز سے زیادہ شیطان کی ناک رگڑنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ لہذا نماز پڑھو اور شیطان کی ناک رگڑو۔"

اور بیٹا رسول خداؐ نے یہ بھی فرمایا ہے "صفائی نصف ایمان ہے۔" اور بیٹا صاف رہنے سے شیطان ہمارے قریب بھی نہیں آتے، لیکن اب جب آپ گندے رہنے لگے ہو اور نماز میں بھی سستی کرتے ہو تو اب شیطان آپ کے دوست بننے کی کوشش کر رہے ہیں اور آپ کی ان حرکتوں کی وجہ سے خوش بھی ہو رہے ہیں۔"

جب امی ریحان کو یہ باتیں بتا رہی تھیں تو ریحان امی کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا "میری امی مجھے کتنے پیار سے سمجھاتی ہیں اور میرے نہ ماننے سے شیطان کتنا خوش تھا مگر اب میں اپنی امی کی باتوں کو مانوں گا اور اللہ تعالیٰ کو خوش کروں گا۔" یہ کہہ کر وہ اٹھا اور امی کے گلے لگ گیا۔ امی جان میں آپ کی ہر بات مانوں گا اور کبھی بھی اللہ کو ناراض کر کے شیطان کو خوش نہیں کروں گا۔ امی نے بھی ریحان کا ماتھا چوما اور کہا "چلو بیٹا! اب نماز فجر قضا نہ ہو جائے۔ جلدی اٹھو نماز ادا کر لو۔"

محنت اور کوشش

امام محمد باقرؑ

گرمیوں کا موسم تھا۔ دوپہر کے قریب مدینہ میں گرمی بڑھ جاتی تھی اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے جاتے تھے، اس لیے گلیوں اور بازاروں میں کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

یہاں تک کہ پرندے بھی کھجور کے درختوں کی شاخوں کے درمیان میں جاکر سایہ تلاش کر کے چھپ جاتے تھے۔

اس دن مجھے اپنے کسی کام سے مدینہ سے باہر جانا تھا۔ میں صبح سویرے اپنے گھر سے نکل گیا۔ اس وقت موسم اچھا تھا اور کبھی کبھار ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بھی آجاتا تھا۔ لوگ اپنے کھیت اور باغوں کے کاموں میں مصروف تھے۔ درختوں کی شاخیں ہوا میں جھوم رہی تھیں اور پرندوں کی چہچہاہٹ سنائی دے رہی تھی۔ لیکن میں جانتا تھا کہ کچھ گھنٹوں کے بعد اتنی گرمی ہو جائے گی کہ پرندوں کی آواز تک نہیں آئے گی۔

مجھے واپسی میں کافی وقت لگ گیا اور میں ظہر کے قریب مدینہ واپس آیا۔ میں پیاسا اور تھکا ہوا تھا اور چہرہ اور پیشانی بھی پسینہ سے تر تھی۔ میں جلدی جلدی گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ درخت بھی سورج کی تپش کے نیچے قطار لگائے خاموش کھڑے تھے۔ آس پاس کی زمینوں میں موجود گندم اور جو کا رنگ بھی اُڑا ہوا سا نظر آرہا تھا۔ میرے گھوڑے کی ٹاپوں کے علاوہ کوئی اور آواز نہیں آرہی تھی، یہاں تک کہ پرندوں کی آوازیں آنا بھی بند ہو گئی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ جتنا جلدی ہو سکے گھر پہنچ جاؤں اور جا کر ٹھنڈا پانی پیوں۔ گھوڑا بھی میری طرح پیاسا اور تھکا ہوا تھا۔

میں اسی سوچ میں تھا کہ اچانک میں نے کچھ لوگوں کو باغ میں کام کرتے ہوئے دیکھا۔ میں تیزی سے ان کے قریب سے گزرا۔ گزرتے وقت پیچھے مڑ کر اُن کی طرف دیکھا تو ان میں سے ایک کا چہرہ جانا پہچانا سا محسوس ہوا۔ میں نے گھوڑے کی لگام کو کھینچا اور رُک کر اسے دیکھنے لگا۔

"یہ تو (شیعوں کے پانچویں امام) محمد بن علی علیہ السلام ہیں۔ یہ اس گرمی میں یہاں کیا کر رہے ہیں؟ میں نے دل میں سوچا۔

میں نے گھوڑے کی لگام کو حرکت دی تو وہ محمد بن علی علیہ السلام کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اپنے کام میں اس طرح سے مصروف تھے کہ انہوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں۔ دوسرے لوگ بھی جو کام کر رہے تھے، انہوں نے اپنے سروں کو اُٹھایا اور مجھے دیکھنے لگے۔ میں گھوڑے سے اُتر گیا تو گھوڑا گردن جھکا کر سوکھی گھاس کھانے لگا۔

میں نے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دل ہی دل میں کہا:

"لوگ کس قدر مال دنیا سے محبت کرتے ہیں! اس گرمی میں بھی کام میں مصروف ہیں۔ مجھے انہیں نصیحت کرنی چاہیے۔"

یہ سوچ کر میں نے محمد باقرؑ کے نزدیک پہنچ کر انہیں سلام کیا۔

انہوں نے تھوڑی دیر کے لیے کام سے ہاتھ روک کر نرمی سے میرے سلام کا جواب دیا۔

میں نے آسمان کو دیکھا اور کہا: "عجیب بات ہے، اس گرمی میں بھی آپ لوگ کام کر رہے ہیں؟"

دوسرے لوگ بھی مجھے دیکھ رہے تھے لیکن کچھ بولے نہیں۔ امامؑ بھی خاموش تھے۔

میں نے دوبارہ کہا: "آپ تو قریش کے بزرگوں میں سے ہیں، عمر بھی زیادہ ہے، اب تو آپ کو آرام کرنے کی ضرورت ہے۔"

یہ سُن کر امام محمد باقر علیہ السلام مسکرائے اور دوبارہ کام میں مصروف ہو گئے۔ دوسرے لوگ بھی کام میں مصروف تھے۔ ان کے چہروں سے پسینہ بہہ رہا تھا۔

میں پھر آگے بڑھا اور امامؑ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ امامؑ نے سر اٹھایا اور اُسی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھنے لگے۔ وہ شاید اس انتظار میں تھے کہ میں بات کروں۔

میں نے اپنے ہاتھ سے سورج کی طرف اشارہ کیا اور کہا: "آسمان سے آگ برس رہی ہے، لیکن آپ لوگ کام کرنے سے باز نہیں آ رہے۔ کیا دنیا کے مال کی اتنی اہمیت ہے کہ آپ لوگ اس کی خاطر اپنے آپ کو اس قدر زحمت میں ڈال رہے ہیں؟ اگر اس حالت میں موت آ جائے تو آپ خدا کو کیا جواب دیں گے؟"

اچانک امامؑ کا چہرے کا رنگ تبدیل ہوا۔ آپؑ رُک گئے اور فرمایا:

"خدا کی قسم اگر اس حالت میں مر جاؤں تو میں نے اپنی ذمہ داری انجام دیتے ہوئے جان دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ محنت اور کوشش کے ذریعے خود کو دوسروں سے بے نیاز کر لوں۔ مجھے اس وقت سے ڈرنا چاہیے جب میں گناہ اور اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس دنیا سے چلا جاؤں۔"

امامؑ اپنی بات ختم کر کے دوبارہ مسکرائے اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ میں اپنی سوچوں میں گم اور اپنی باتوں پر شرمندہ تھا۔

امامؑ ٹھیک کہہ رہے تھے: "اللہ تعالیٰ نے محنت اور کوشش کو دین کی راہ میں جہاد قرار دیا ہے۔"

میرے چہرے پر پسینہ بہنے لگا، لیکن اس مرتبہ یہ گرمی سے نہیں بلکہ شرمندگی اور پشیمانی کا پسینہ تھا۔

میں نے امامؑ سے کہا: "عجیب بات ہے! میں چاہ رہا تھا کہ آپ کو نصیحت کروں لیکن آپ نے مجھے نصیحت کر دی۔"

پھر میں اپنے گھوڑے کی طرف بڑھ گیا اور امامؑ اور ان کے ساتھیوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھا جو اس گرمی میں بھی محنت کر رہے تھے تاکہ اپنی محنت کے ذریعے دوسروں سے بے نیاز رہیں۔

پیارے بچو! اس واقعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں محنت سے کبھی جی نہیں چُرانا چاہیے۔ کیونکہ اللہ محنت کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ہمارے امامؑ بھی ایسے لوگوں کو پسند کرتے ہیں۔

خدائے مہربان

کچھ لوگ بہت ہی جلدی خدا کی رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں۔ جب ان کے پاس مال کی کمی ہو جائے اور وہ اس وجہ سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ نہ پال سکیں تو وہ خدا کو بُرا بھلا کہنے لگتے ہیں اور شکایت کرنے لگتے ہیں۔ وہ اللہ کی تمام نعمتوں کو جو، اب تک اللہ نے انھیں دی ہیں انھیں بھول جاتے ہیں۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ جب وہ اس دنیا میں آئے تھے تو اُن کے رزق کا انتظام اللہ نے ہی کیا تھا اور اب تک جتنی بھی زندگی کی ضروریات ہے وہ اللہ ہی پوری کر رہا ہے۔ بس چند دنوں کی مشقت اور پیسوں کی کمی کی وجہ سے ایسے لوگ خدا کی رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں۔ جبکہ بدترین حالت میں بھی عقلمند انسان کو ہر وقت خدا سے امید رکھنی چاہیے اور اپنی کوشش کو جاری رکھنا چاہیے۔ خدا با امید شخص سے محبت کرتا ہے اور اس کی مدد بھی کرتا ہے۔

بہت پرانے زمانے کا ذکر ہے ایک نوجوان مچھیرا اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ ایک چھوٹے سے گھر میں ہنسی خوشی زندگی گزار رہا تھا۔ مچھیرا روزانہ سمندر میں جا کر جال پھینکتا، مچھلیاں پکڑتا اور اسے بیچ کر اپنا گزارا کرتا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کئی دنوں تک جال پھینکنے کے باوجود اس کے ہاتھ مچھلی نہیں آئی، جس کی وجہ سے اس کے گھر والوں کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں بچا۔ ایک دن مچھیرے کی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا "اگر تم مچھلی نہیں پکڑ سکتے ہو تو پھر پیسے کیسے آئیں گے ؟ گھر میں رکھا ہوا تمام اناج آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے۔ اگر ایسے ہی حالات رہیں تو ہم اور ہمارے بچے بھوک کی وجہ سے پریشان ہو جائیں گے۔" مچھیرے نے کہا "خدا بہت مہربان ہے۔ ہمیں خدا سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ان شاء اللہ کل میں پھر سمندر میں جا کر جال پھینکوں گا۔ ان شاء اللہ! اللہ میری مدد ضرور کرے گا۔"

اگلی صبح مچھیرا پھر سمندر میں گیا اور بار بار جال سمندر میں ڈالتا رہا مگر شام تک کوئی بھی مچھلی اس کے ہاتھ نہیں آئی۔ جب گھر جانے کا وقت آیا تو آخری مرتبہ اُس نے جال کو سمندر میں پھینکا، مچھیرا یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ آخر کار تو ایک مچھلی اس کے جال میں پھنس گئی۔ اس مچھیرے نے مچھلی اُٹھائی اور سوچا کہ اس مچھلی کو بیچنے کی بجائے گھر لے جاتا ہوں۔ اسی کو کاٹ کر کھالیں گے تاکہ میرے بچوں کا پیٹ بھر جائے۔ جب وہ گھر آیا تو اس کی بیوی اس ایک مچھلی کو دیکھ کر بہت

ناراض ہوئی اور کہا" کیا تم نے پورے دن میں صرف ایک ہی مچھلی پکڑی ہے اور کچھ بھی نہیں ہو سکا تم سے ؟"

مچھیرے نے کہا" اس پر بھی اللہ کا شکر کرو۔ میں کل جاؤں گا اور مزید مچھلیاں پکڑ کر لاؤں گا، مجھے اللہ پر پورا بھروسہ ہے۔

پھر مچھیرے نے اپنی بیوی سے کہا" جاؤ اس مچھلی کو صاف کر کے کاٹ کر کھانا بناؤ تا کہ ہم سب پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں۔"

مچھیرے کی بیوی منہ بناتے ہوئے اس ایک مچھلی کو لے کر چلی گئی۔

جب وہ اس مچھلی کو کاٹنے لگی تو مچھلی کے پیٹ میں سے ایک چمکتا ہوا موتی نکلا جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی۔

اس نے اپنے شوہر کو پکارا" دیکھو! دیکھو! کتنا چمکتا ہوا موتی ہے!!! یہ مچھلی کے پیٹ سے نکلا ہے۔ لگتا ہے اللہ اسی طریقے سے ہماری مدد کرنا چاہتا ہے۔"

مچھیرا فوراً اس موتی کو لے کر بازار گیا اور اسے اچھی قیمت پر بیچ دیا۔ اب اس کے پاس بہت زیادہ پیسے تھے اور وہ بہت خوش تھا۔

اس واقعے کے بعد مچھیرا اور اس کی بیوی اچھی طرح سمجھ گئے کہ ہمیں کبھی بھی خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔

خدا بعض اوقات مشکلات کے ذریعے سے انسان کو آزماتا ہے۔ لیکن اگر ہم شکوہ شکایات کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں تو اللہ ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور اس کے برعکس اگر ہم نے اللہ سے امید کو باندھے رکھا تو اللہ ہماری تمام مشکلات کو حل کر دے گا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ

(سورہ حجر ۵۶)

ترجمہ: "ابراہیم علیہ السّلام نے کہا کہ رحمت خدا سے سوائے گمراہوں کے کون مایوس ہو سکتا ہے۔"

مفہومِ قربانی

خدا کے قریب کون؟!!

ایک اصطلاح اور اس کی وضاحت

"عادل، عادل۔۔۔ کہاں ہو یار تم؟ کب سے تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں، تمہارے گھر گیا تو آنٹی نے بتایا کہ: "تم برابر والی گلی میں گئے ہوئے ہو۔" یہ حسن تھا جو محلے میں نئے آنے والے بیل کی خبر دینے کے لیے اپنے دوست عادل کو ڈھونڈ رہا تھا۔

"ارے واہ! کیا واقعی؟؟" عادل کی آنکھیں خوشی سے جگمگا رہی تھی۔ لیکن اگلے ہی لمحے حسن کو عادل کی آنکھوں میں ایک اُداسی کی جھلک نظر آئی تو حسن نے پوچھا:

"کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟ عادل، تم کیوں اُداس ہو؟ چلو نا دونوں چل کر نیا بیل دیکھتے ہیں۔" دونوں دوست ہاتھ پکڑے نیا بیل دیکھنے پہنچے۔

"اتنا بڑا بیل؟؟!! سفید اور کالے رنگ کا" یہ ایک بہت ہی خوبصورت اور وزنی جانور تھا، جو گرمی اور لوگوں کے رش کے مارے غصے سے اِدھر سے اُدھر گرل کے اندر گھوم رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ اگر یہ کھونٹے سے مضبوطی سے نہ بندھا ہوا ہوتا تو کب کا بھاگ جاتا۔

"حسن! میں نے پہلی دفعہ اتنا پیارا جانور اتنے قریب سے دیکھا ہے۔ میں نے بابا سے کہا بھی تھا ہم بھی بس اس دفعہ بیل لیں گے مگر پھر؟"

عادل نے جیسے ہی اپنے دوست کو یہ بتایا تو حسن نے خوشی سے پوچھا "کیا تمہارے بابا مان گئے؟"

"نہیں، انہوں نے کہا منڈی جا کر پہلے قیمتیں دیکھیں گے۔ اب چھٹی والے دن ہم منڈی جائیں گے۔" عادل نے بھی بے تابی سے جواب دیا۔

رات کے کھانے کے بعد عادل کے بابا نے جب عادل اور مرضیہ سے پورے دن کے کاموں کے بارے میں پوچھا تو دونوں نے اپنے بابا کو ساری روٹین بتائی۔ عادل نے پیار سے ایک مرتبہ پھر بابا کو کہا "بابا، پلیز نا، اس دفعہ ہم بیل لیں گے۔ دیکھیں گلی میں سب کے اتنے پیارے جانور آگئے ہیں اور میرے دوست بھی اپنے جانوروں کو چارہ کھلاتے ہیں، سیر کرواتے ہیں، پلیز مجھے بھی ایسا کرنا ہے۔ میرا دل بھی چاہتا ہے کہ میرے پاس بھی ایک پیارا سا جانور ہو۔"

ابھی دسترخوان پر یہی باتیں چل رہی تھیں کہ امی، جو مسلسل فلسطین پر ہونے والے مظالم کی خبریں سُن رہی تھیں، نے ایک خبر سنائی کہ "دیکھیں غزہ میں پھر ایک جگہ بمباری ہوئی ہے اور بہت سے لوگ شہید ہوئے ہیں، جن میں کافی بچے بھی ہیں۔" خبر سُن کر سب کے چہروں پر اُداسی چھاگئی۔

"ہم یہاں عید الاضحیٰ کی تیاریوں میں مصروف ہیں اور غزہ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے جا رہے ہیں۔ اللہ ہم سب کو ان مسلمانوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائیں" یہ کہہ کر عادل کے بابا نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا" یا اللہ غزہ میں رہنے والے تمام مظلومین کی حفاظت فرما اور انھیں ظالموں کے ظلم سے نجات عطا فرما۔" سب نے آمین کہی۔

دعا کے بعد مرضیہ نے سوال کیا" بابا! ہم دوسروں کے لیے دعا کیوں کرتے ہیں؟" بابا نے کہا" کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے کہ ہم ایک دوسرے کا خیال رکھیں اور ایک دوسرے کے لیے دعا کریں اور خاص طور پر دنیا میں جہاں جہاں ظلم ہو رہا ہے اُن مظلوموں کی مدد کریں اور اُن کے لیے خاص دعا بھی کریں۔"

"تو بابا اس سب سے ہمیں کیا فائدہ حاصل ہو گا؟" عادل نے پھر سے سوال کیا۔

بابا نے جواب دیا" جب ہم کوئی بھی کام خلوص سے کرتے ہیں یعنی صرف اللہ کے لیے کرتے ہیں، چاہے وہ دوسروں کے لیے صرف دعا کرنا ہی کیوں نہ ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتے ہیں اور خدا ہم سے یہی چاہتا ہے کہ جب بھی ہم نماز پڑھیں، صدقہ دیں، دوسروں کا خیال رکھیں یا کوئی بھی نیک عمل کریں تو دوسروں کے دکھانے کے لیے نہ کریں بلکہ قُربةً اِلی اللہ کریں۔"

"بابا جان! یہ قُربةً اِلی اللہ کیا ہوتا ہے؟" مرضیہ کی طرف سے سوال آیا۔

" قُربةً اِلی اللہ یعنی اللہ سے قریب ہونے کے لیے کوئی بھی کام کرنا۔" ابا نے آسان الفاظ میں سمجھایا۔

عادل نے سوال کیا:" جیسے ہم نماز اور روزے میں نیت کرتے ہیں، بالکل ویسے ہی؟"

"شاباش بیٹا! بلکل صحیح سمجھا۔ قُرب کا مطلب ہوتا ہے قریب ہونا اسی لیے ہم ہر عبادت، نماز اور روزے سے پہلے قُربةً اِلی اللہ کہتے ہیں یعنی ہم عبادت کے ذریعے سے اللہ کے قریب ہوتے ہیں۔"

عادل کے ذہن میں ایک اور سوال اُٹھا اور کہنے لگا" بابا! اللہ تو ہم سے پہلے ہی بہت قریب ہے۔۔۔ آپ ہی نے تو بتایا تھا؟"

بابا:" جی بیٹا! اللہ تو ہم سے بہت قریب ہے۔

" بابا جان! جب اللہ ہم سے پہلے ہی بہت قریب ہے تو پھر ہمیں عبادت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" عادل نے فوراً سوال کیا۔

عادل بیٹا! بہت اچھا سوال کیا۔ یہ بلکل صحیح ہے کہ اللہ ہم سے بہت قریب ہے مگر ہم کبھی کبھار اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ سے دور ہو جاتے ہیں۔"

عادل:" بابا وہ کیسے ؟"

بابا:" میں آپ کو ایک مثال کے ذریعے سمجھاتا ہوں۔ مثلاً اگر کوئی بیٹا بڑا ہو کر اپنے بابا سے ناراض ہو کر گھر چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور اپنے بابا سے بات بھی نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بابا تو اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتے ہے لیکن بیٹے کے دل میں اپنے بابا کے لیے محبت نہیں ہے، تب ہی ناراض ہو کر گھر سے چلا گیا ہے۔ بالکل اسی طریقے سے اللہ تو انسانوں سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے بلکہ ایک ماں سے بھی ۷۰ مرتبہ زیادہ محبت کرتا ہے، مگر ہم انسان اپنے گناہوں کی وجہ سے خدا سے دور ہو جاتے ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ عبادت کرو اور کیونکہ یہ عبادتیں ہمیں اللہ کے قریب کر دیتی ہے۔

اور ماہ ذی الحجہ میں قربانی بھی ہم اسی لیے کرتے ہیں، یہ لفظ بھی قُرب ہی سے نکلا ہے۔ یعنی ہمارا جانوروں کو ذبح کرنا، گوشت بانٹنا، جانور کو کھانا کھلانا، پانی

پلانا، اس کا خیال رکھنا یہ سب بھی اللہ کا قُرب حاصل کرنے کے لیے ہونا چاہیے نہ کہ دکھاوے کے لیے اور نہ کسی مقابلے کے لیے کہ میرے پاس بہترین جانور ہے اور فلاں کے پاس نہیں ہے۔"

"جیسا کہ ابھی عید الاضحیٰ کے قریب قریب بچے اپنے قربانی کے جانوروں کا دوسروں سے مقابلہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔" اب امی نے بھی گفتگو میں بھی حصہ لیا۔

عادل سوچ میں پڑ گیا۔ یہاں سے بابا نے دوبارہ سے موضوع کا آغاز کیا" عادل آپ اس پر غرور نہیں کیجیے گا، دوسروں کو نہیں چڑائیے گا، نہ ہی دوسرے جانوروں سے اپنے جانور کا مقابلہ کیجیے گا بلکہ قُربةً اِلی اللہ اس سے پیار کیجیے گا اور اس کا خیال رکھیے گا۔" بابا نے پیار سے عادل کو سمجھایا۔

"ٹھیک ہے بابا! اب آپ چاہے بکرا خریدیں یا بیل، مجھے کوئی اعتراض نہیں، میں اس کا بہت خیال رکھوں گا اور نہ ہی محلے میں دوسروں سے مقابلہ بازی کروں گا، تا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو سکیں اور ہماری قربانی اللہ کے یہاں قبول ہو سکے۔" عادل نے بابا کو پُر جوش وعدہ دیا اور ساتھ میں اللہ حافظ کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

جی پیارے بچوں! ان شاء اللہ ہم سب بھی اپنے قربانی کے جانوروں کا صرف خدا کے لیے خیال رکھیں گے اور نہ تکبر کریں گے اور اور نہ دوسروں کو نیچا ثابت کرنے کی کوشش کریں گے تا کہ اللہ تعالیٰ ہماری قربانی بھی قبول فرمائے اور ہمیں بھی اپنا قُرب عطا فرمائے۔

آپ کو یاد ہے جب ہم تین دن پہلے منڈی گئے تھے تو کتنے زیادہ مہنگے جانور تھے اور جس حساب سے مہنگائی بڑھ رہی ہے اب قربانی عام عوام کے لیے بہت مشکل ہو گئی ہے۔ لیکن ہم پھر بھی ابھی چھٹی والے دن منڈی جائیں گے اور اپنی حیثیت کے مطابق قربانی کے لیے مناسب جانور خرید لیں گے۔"

"بابا! اگر میں دوسروں کو دکھانے کے لیے جانور گھماؤں گا تو کیا ہماری قربانی قبول نہیں ہو گی؟ اور کیا ہم خدا سے دور ہو جائیں گے؟" عادل نے قدرے پریشانی کے لہجے میں پوچھا۔"

میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں "یہ خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا، بلکہ یہ تمہارا اخلوص ہے جو خدا کی بارگاہ میں پہنچتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ جانور چاہے بڑا ہو یا چھوٹا، مہنگا ہو یا سستا، خوبصورت ہو یا مناسب، خدا تعالیٰ صرف ہماری نیتیں دیکھتا ہے۔۔ جب ہم جانور لیں تو

غدیر، روزِ ولایت

امی: "آج اسکول میں دن کیسا رہا؟"

زہرا: "آج تو ہم سب دوستوں کو بہت مزا آنے والا تھا، ہماری ٹیچر مریم اسکول نہیں آئی تھی نا اس لیے۔ مگر ہمارا سارا موڈ خراب ہو گیا جب پرنسپل نے دوسری ٹیچر کو ان کی جگہ بھیج دیا۔"

امی: "اس میں موڈ خراب ہونے والی کیا بات ہے، یہ تو اچھا ہی ہوا۔ اگر ٹیچر کلاس میں نہ ہو تو بچے آپس میں شور شرابہ کرتے، شاید آپس میں لڑائی بھی کرتے اور کوئی زخمی بھی ہو سکتا تھا۔ اس لئے پرنسپل نے کلاس میں دوسری ٹیچر کو بھیج کر بہت اچھا کیا۔"

امی: "اسی وجہ سے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر میں اعلانِ ولایت کیا تھا۔"

زہرا: "کیا مطلب؟"

امی: "بیٹا جب ایک کلاس کے چند بچوں کو بغیر استاد کے چند منٹوں کے لئے نہیں چھوڑا جا سکتا، تو کیسے اتنی بڑی امت کو رسولؐ کے بعد بغیر رہبر کے اور امامؑ کے بغیر چھوڑا جا سکتا ہے۔ اسی لئے تو رسولِ خداؐ نے اپنی زندگی کا آخری حج ادا کرنے کے بعد، اللہ کے حکم سے سوا لاکھ حاجیوں کے

سامنے امام علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا تا کہ زمانہ کبھی بھی رہبر سے خالی نہ رہے۔"

زہرا: "امی تفصیل سے بتائیں نا کہ اس واقعے میں کیا ہوا تھا؟"

زہرا "بیٹی! غدیرِ خم کی میدان میں ایک دن ہمارے نبیؐ نے سب کو اپنے اونٹوں اور گھوڑوں سے اُترنے کو کہا تا کہ انھیں ایک اہم خبر سنائیں، وہ اہم خبر جو اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے تھے۔" زہرا امی کی بات کو غور سے سُن رہی تھی اس لیے امی نے بات کو آگے بڑھایا اور کہنے لگی۔

"پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم دیا کہ میرے اور دوسرے اونٹوں کا پالان ایک دوسرے کے اوپر رکھیں"۔

زہرا: "امی یہ پالان کیا ہوتا ہے؟"

امی: "بیٹا پرانے زمانے میں لوگ اونٹوں پر ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر کرتے تھے اور چونکہ سفر لمبا ہوتا تھا اس لیے اونٹ پر ایک

گدی رکھتے تھے تاکہ انسان کے اور اُس کے سامان کے وزن کی وجہ سے اونٹ کی کمر پر رگڑ نہ لگے اور وہ زخمی نہ ہو۔ اُسی گدی کو پالان کہتے ہیں۔"

اب امی نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "بیٹا! ہر طرف ایک شور بلند تھا، سب آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ یہ کون سی اہم خبر ہے جسے اس گرمی کے موسم میں ہمیں سنانے کے لئے یہاں روکا جا رہا ہے؟"

"بیٹا! اس وقت لوگوں کا بہت زیادہ رش تھا، رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پالانوں کے ڈھیر پر تشریف لے گئے، حضرت علی علیہ السلام کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ نے ایک خطبہ دیا اور پھر

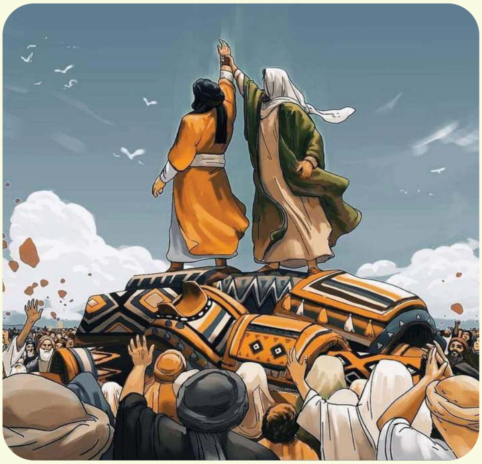

حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ بلند کیا اور فرمایا:

"جس جس کا میں مولا اور سردار ہوں، علی علیہ السلام ان کے مولا اور سردار ہیں۔"

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سب کے سامنے اپنے بعد امام علی علیہ السلام کو اپنا رہبر ولی، اور جانشین بنایا۔"

زہرا "امی یہ رہبر، ولی اور جانشین کسے کہتے ہیں؟"

امی: "پیاری زہرا! رہبر اور ولی یعنی لیڈر، جو لوگوں کو حکم دیتا ہے اور اچھا لیڈر وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو اللہ کی بتائی ہوئی باتوں پر چلنے کا حکم دیتا ہے اور اس وقت رسولؐ لیڈر تھے اور لوگ ان کا حکم مانتے تھے مگر رسولؐ نے سب لوگوں کے درمیان اعلان کیا کہ میرے بعد اب آپ سب کے لیڈر امام علیؑ ہونگے، یعنی آپ سب کو اب میرے بعد امام علیؑ کی بات ماننی ہے اور اسی کو جانشین بننا کہتے ہیں یعنی کسی کے جانے کے بعد اس کی جگہ کو سنبھالنا۔"

زہرا: "بلکل اسی طرح نا جس طرح ہماری ایک ٹیچر کے نہ آنے پر پرنسپل نے دوسری ٹیچر کو بھیج دیا تھا؟"

امی: "جی بیٹا! آپ نے صحیح سمجھا۔"

زہرا: "پھر، پھر بتائیں نہ آگے کیا ہوا؟"

امی: "آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات سن کر سب نے امام علی علیہ السلام کو مبارک باد دی۔ اس دن سب خوش تھے سوائے کچھ بُرے لوگوں کے۔"

زہرا: "امی یہ بُرے لوگ کون تھے؟"

امی: "بیٹا! جب حضرت علیؑ کی ولایت اور جانشینی کی خبر مختلف شہروں میں پہنچی تو ایک بُرا شخص احتجاج کے طور پر مدینے آیا اور کہنے لگا:

"اے محمدؐ! اگر تم سچ کہتے ہو کہ علیؑ اللہ کی طرف سے امام اور جانشین بنے ہیں تو اللہ سے کہو کہ مجھے ابھی سزا دے کیونکہ میں علی کو اپنا امام نہیں مانتا۔"

زہرا: "امی پھر کیا ہوا؟ کیا اللہ کی طرف سے اس بُرے شخص کو سزا ملی؟"

امی: "جی بیٹا! جیسے ہی اُس شخص نے یہ کہا، اُسی وقت ایک بڑا اور بھاری پتھر آسمان سے اُس کے اوپر گرا اور وہ پتھر کے نیچے دب کر مر گیا۔"

"اور زہرا بیٹی معلوم ہے اللہ نے اس شخص کو اسی وقت اور سب کے سامنے سزا کیوں دی؟"

زہرا: "کیوں امی؟"

امی: "تاکہ لوگوں کو یہ احساس ہو جائے کہ جو شخص ولایت کو نہیں مانتا، اللہ اسے بلکل پسند نہیں کرتا اور اور اللہ اسے سزا بھی دے گا۔"

زہرا: "ایک سوال میرے ذہن میں آیا ہے اور وہ یہ کہ رہبر کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ اگر کوئی رہبر نہ ہو تو کیا ہو گا؟

امی: "بیٹا ہر زمانے میں رہبر کا ہونا ضروری ہے ورنہ خدا کے بنائے ہوئے قانون کو کون چلائے گا؟"

"میں آپ کو ایک مثال کے ذریعے سمجھاتی ہوں۔"

"جس طرح ٹریفک کا قانون ہے کہ لال بتی پر رکنا اور ہری بتی پر گاڑیوں کو چلنا ہے اور یہ قانون اس لیے بنایا گیا ہے کہ لوگ حادثوں سے بچ سکے۔"

"اچھا زہرا بیٹی! اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ اگر اس قانون کو بنانے کے بعد کوئی اسے چلانے والا نہ ہو تو کیا ہو گا ؟"

زہرا: "گاڑیاں آپس میں ٹکرا جائیں گی، لوگوں کو چوٹ بھی لگ سکتی ہے اور لوگ زخمی بھی ہو سکتے ہیں۔"

امی: "بالکل صحیح کہا۔ ٹریفک کا قانون بنانے کے بعد ایک ٹریفک پولیس کا ہونا ضروری ہے، جو اس قانون کو چلائے تاکہ لوگ محفوظ طریقے سے سفر کر سکے۔ اسی طرح خدا نے بھی ہماری زندگی کے لئے بہت سے اچھے اچھے قانون بنائے ہیں تاکہ ہماری زندگی سکون سے گزرے، تو کوئی تو ہونا چاہیے نا جو ان قوانین کو لاگو (apply) کروائے۔ بس اللہ کے قانون کو لاگو کروانے والے ہی کو تو رہبر کہتے ہیں۔"

امی: "اس لیے ہر زمانے میں رہبر کا ہونا ضروری ہے۔"

زہرا: "اچھا پھر آج ہمارا رہبر کون ہے؟"

امی: "اللہ نے امام علی علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد ہمارا رہبر اور امام بنایا اور اس طرح کل بارہ امام ہماری رہبری کے لئے آئے۔"

زہرا: "اچھا تو یہ بارہ امام ایک کے بعد ایک ہمارے رہبر ہیں۔ مگر امی

آج تو امام زمانہؑ غیبت میں ہیں، تو آج ہمارا رہبر کون ہے؟ رہبر تو ہر زمانے میں ہونا ضروری ہے نا؟"

امی: "بیٹا بلکل صحیح کہا آپ نے، رہبر کا ہونا ہر زمانے میں ضروری ہے اور امامؑ کی غیبت میں نائبِ امام ہمارے رہبر ہوتے ہیں۔"

رہبر کی چند شرائط:

- فقیہ دین ہو(پورے قرآن کو اچھی طرح سمجھتا ہو)
- اللہ کی تمام باتوں کو ماننے والا ہو ۔
- اسلام کی حفاظت کرنا جانتا ہو۔
- بابصیرت ہو(یعنی زمانے کے حالات پر گہری نظر رکھ کر بلکل صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو)
- اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے والا ہو ۔

زہرا:"نائبِ امام!!!امی یہ لفظ مجھے سمجھ نہیں آیا؟"

امی:"نائبِ امام یعنی وہ شخص جو امامؑ کی غیر موجودگی میں امامؑ کی جگہ سنبھالے۔"

زہرا:"کیانائبِ امام کو بھی اللہ منتخب کرتا ہے باقی اماموں کی طرح؟"

امی:"جی بیٹا!اماموں نے اپنی زندگی میں ہی رہبر کی شرائط اللہ کی طرف سے لوگوں کو بتادی تھی کہ جو بھی ان شرائط پر پورا اُترتا ہو، زمانۂِ غیبت میں وہی ہمارا رہبر اور امام ہو گا۔اسی لئے پہلے امام خمینیؒ ہمارے رہبر تھے اور اُن کے بعد امام خامنہ ایؒ ہمارے رہبر ہیں۔"

زہرا:"اچھاامی کیا آپ بتاسکتی ہیں کہ ہمارے بارہ اماموں نے رہبر کی کیاشرائط بتائی ہیں تاکہ میں اسے یاد کرلوں۔"

امی:"جی بیٹا کیوں نہیں!شرائط توبہت ساری ہیں، میں اُن میں سے کچھ بتاتی ہوں آپ انہیں جلدی سے یاد کرلیں پھر ہمیں غدیر کے جشن میں بھی تو جانا ہے۔

بادشاہ کون؟

آج اسکول کے گراؤنڈ میں لنچ بریک کے وقت بہت شور تھا۔ سب بچے آپس میں لڑ رہے تھے، جس کی وجہ سے گراؤنڈ کا ماحول بہت خراب ہو چکا تھا۔ اتنے میں ٹیچر علی نے اُن ہی بچوں میں سے کچھ لیڈرز (مانیٹرز) چنیں تاکہ ماحول درست کیا جاسکے۔ لیکن ان لیڈرز کی بات سننے کو بھی کوئی راضی نہ تھا۔ جس کی وجہ گراؤنڈ میں بہت ہلچل مچی ہوئی تھی اور شور بلند ہو رہا تھا۔ کچھ بچوں کو گرنے سے چوٹ بھی لگ گئی تھی۔ وہیں پھولوں پر بیٹھی کچھ شہد کی مکھیاں بھی ان کی باتیں سن رہی تھیں اور لڑائیاں بھی دیکھ رہی تھیں۔۔ ان میں سے ایک مکھی پھول سے نیچے اُتری اور بچوں سے کہنے لگی "السلام علیکم۔۔۔!" بچے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ یہ آواز کہاں سے آئی۔ غور کرنے پر پتہ چلا کہ یہ تو مکھی نے ہمیں سلام کیا ہے۔ بابر، ایان اور زکی جو مسلسل لڑ رہے تھے ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھنے لگی کہ یہ شہد کی مکھی کیسے بول رہی ہے۔۔۔ مکھی نے کہا "آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔۔۔ میں ایک شہد کی مکھی ہوں اور آپ تینوں کی آوازیں سُن کر آپ کے پاس آئی ہوں اور میں آپ کو کچھ بتانا چاہتی ہوں۔۔۔" زکی نے کہا "تم کیا بتانا چاہتی ہو۔۔۔؟" مکھی نے کہا "مجھے نہیں لگتا کہ آپ تینوں میں سے کوئی اچھا لیڈر بن سکتا ہے۔۔۔" ایان نے کہا "وہ کیوں ہمیں تو حکم چلانا آتا ہے۔۔" مکھی مسکراتے ہوئے بولی۔۔۔ "مگر حکم ماننا تو نہیں آتا ہے نا۔۔" اب تینوں خاموش کھڑے تھے۔۔۔ تب مکھی بولی "ہم اپنے شہد کے چھتے (hive) میں ایک بادشاہ کی قیادت میں رہتے ہیں۔۔۔ آؤ میں تم لوگوں کو دکھاتی ہوں۔" بابر نے کہا "مگر ہم کیسے دیکھیں گے۔۔۔؟" مکھی نے انھیں ایک spray دیا اور کہا "اپنے اوپر اسے چھڑکو۔" جیسے ہی ان تینوں نے اپنے اوپر spray کیا وہ چھوٹے ہو گئے۔۔۔ پھر مکھی انہیں اپنے ساتھ اپنے چھتے میں لے گئی۔۔۔ مکھی نے کہا "دیکھو! سامنے جو مکھیوں کو حکم دے رہا ہے وہ ہمارے leader ہے اور ان کا نام یعسوب ہے ہم تمام مکھیاں ان کے کنٹرول میں رہتی ہیں اور وفاداری کے ساتھ ان کا حکم مانتی ہیں اور ہم انہی کے حکم پر بہت سے مختلف کام گروپ بنا کر کرتے ہیں۔ جیسے scout bee جو جگہ کا معائنہ کرتی ہیں، باغات کا معائنہ کرتی ہیں کہ ہمیں کہاں گھر بنانا ہے۔۔۔ پھر یعسوب بادشاہ کے حکم سے ہزاروں مکھیوں کی تعداد میں چھ کونوں والا گھر بناتی ہیں۔"

بابر، ایان اور زکی۔۔۔ بہت غور سے ان گھروں کو دیکھ رہے تھے جو بہت ہی equal shapes میں بنے ہوئے تھے۔ زکی نے کہا "میں نے سائنس کی بک میں پڑھا تھا ایسی buildings اس وقت بنائی جاتی ہیں جب کم جگہ سے زیادہ فائدہ لینا ہو۔۔ اور ایسی shapes بہت مضبوط بھی ہوتی ہیں۔۔۔"

اتنے میں مکھی بولی "دیکھو یہ جو، ان گھروں کے آگے مکھیاں کھڑی ہیں یہ چوکیدار ہیں یعنی یہ ہمارے گھروں کی حفاظت کرتی ہیں اور ہر آنے جانے والے کا خیال کرتی ہیں کہ کسی غیر علاقے کی مکھی اندر نہ آجائے یا اگر کوئی مکھی غلط یا زہر یلا رس لے آئے تو اسے گھر میں اندر آنے نہ دیں۔"

"اچھا بتائیں مکھیوں کے اور کیا کیا کام ہوتے ہیں؟" بابر نے مکھی سے سوال کیا۔

"کام تو ہمارے بہت سے ہیں جیسے مختلف پھولوں سے رس چوس کر شہد بنانا، گھر بنانا، کچھ مکھیاں موم بناتی ہیں، پانی لانا، پہرہ دینا، انڈے اور شہد کے خانوں کو الگ الگ بنانا اور درختوں اور پودوں کی pollination بھی کرنا۔۔۔" مکھی نے جواب دیا۔

بابر نے کہا "سب مکھیاں اتنے سارا کام کرنے پر لڑتی بھی بہت ہوں گی ہماری طرح۔" یہ کہہ کر بابر زور سے ہنسا۔۔۔

مکھی بولی "نہیں! ہمارے چھتوں کا نظام بہت ہی discipline کے ساتھ ہوتا ہے ترقی یافتہ ملکوں کی طرح، کیونکہ ہمارے بادشاہ یعسوب کڑی نگاہ رکھتے ہیں، وہ سب کی duties لگاتے ہیں۔ اگر کوئی مکھی نجاست پر بیٹھ جائے یا نافرمانی کرے تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے یا پھر گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔" ایان نے کہا "میں بڑے ہو کر یعسوب بادشاہ جیسا لیڈر بنوں گا۔" مکھی بولی "مگر انسانوں کا لیڈر بننا آسان نہیں اسی وجہ سے اللہ نے انسانوں کے لیے ہر دور میں ایک اپنا رہبر و نمائندہ بھیجا، جیسے انبیاء اور رسولؐ اور بعد میں آئمہ معصومین علیہ السلام۔۔" ہاں میں نے اپنے ابو سے سنا تھا مولا علیؑ کا لقب بھی یعسوب ہے، کیونکہ وہ بھی ایک بہترین اور عادل امام ہیں۔۔۔" بابر بولا "لیکن ہمارے تمام اماموں کو شہید کر دیا گیا اب امام مہدیؑ ہیں وہ بھی پردہ غیبت میں ہیں۔" زکی نے بھی جملہ کہا۔

مکھی بولی "ہاں جب امام مہدیؑ آئیں گے تو تمہاری دنیا اور ہماری life سے بھی زیادہ اچھی ہو جائے گی۔"

بابر نے سوال کیا "امام مہدیؑ نہیں ہے تو اب ہم کس کو follow کریں؟" زکی نے کہا "وہی جو امام کی جگہ پر امامت کا سسٹم سنبھالے، جو امام علیؑ کی طرح عادل، سچا، شجاعت والا یعنی اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنے والا ہو، مظلوموں کی حمایت کرنے والا ہو، علم رکھنے والا ہو۔۔ اور میرے بابا نے بتایا تھا ایسے leader کو ولی فقیہ کہتے ہیں۔"

مکھی نے کہا میں دعا کرتی ہوں "آپ سب اپنے وقت کے امامؑ کے followers بن جائیں۔" اب بہت دیر ہو چکی ہے میں آپ تینوں کو باغ میں واپس چھوڑ آتی ہوں، مکھی ان تینوں کو واپس باغ میں لے آئی اور کہا یہ spray دوبارہ کرو جس سے آپ لوگ بڑے ہو جاؤ گے۔" مکھی نے مسکراتے ہوئے خدا حافظ کہا اور اُڑتی ہوئی چلی گئی۔

مظلوم پرندے

فلسطین پر اسرائیلی قبضے کی داستان

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بہت ہی خوبصورت باغ کے ایک گھنے درخت پر بہت سارے پرندے اپنے اپنے گھونسلے بنا کر مل جل کر رہتے تھے، ان پرندوں کے اوپر نیچے گھر تھے۔

سب سے نیچے چڑیا کا خاندان رہتا تھا، درمیان میں مینا کا خاندان، جبکہ سب سے اوپر کبوتروں کا خاندان رہتا تھا۔ ان سب کے بہت سارے بچے بھی تھے۔

یہ سب ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھتے تھے۔

روزانہ شام کے وقت درخت کے اوپر والے حصے پر بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے، جبکہ بچے درخت کے نیچے زمین پر کھیلتے کودتے تھے۔

ایک بار ان کی ہنستی مسکراتی زندگی میں اچانک سے ایک مصیبت آ پڑی، ہوا کچھ یوں کہ سردی کا موسم تھا، روزانہ کی طرح بڑے باتیں کر رہے تھے اور بچے کھیل رہے تھے کہ کوؤں کا ایک جھنڈ اس درخت کے پاس آ نکلا، جب انھوں نے اتنا گھنا درخت اور اس پر رہنے والے اتنے سارے پیارے پیارے پرندے دیکھے تو ان کوؤں میں سے ایک بڑا اور موٹا کوا، جو اپنے جھنڈ کا سردار بھی تھا، اپنے جھنڈ کے دوسرے ساتھیوں کو کہنے لگا کہ "یہ درخت ہمارے رہنے کے لیے بہت اچھا ہے۔ کیوں نہ اس درخت پر ہم بھی رہنے لگے۔" اتنے میں ایک اور چالاک کوا آگے بڑھ کر بولا "ہاں! یہ درخت تو رہنے کے لیے بہت اچھا ہے، مگر ہم ان دوسرے پرندوں کے ساتھ نہیں رہے گے بلکہ ان سب پرندوں کو یہاں سے باہر نکال کر آرام سے رہیں گے۔" چالاک کوے کی یہ بات سب کو اچھی لگی اور پھر سب کوے خوشی میں زور زور سے کائیں کائیں کرنے لگے۔

اتنے میں ایک اور مکار کوا آگے بڑھا اور کہنے لگا "اس درخت پر قبضہ کرنے کی ایک بہت اچھی ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے جس کے ذریعے ہم ان بے وقوف پرندوں کو اس درخت سے باہر نکال کر اس درخت پر ہنسی خوشی رہ سکتے ہیں۔"

اور پھر سب کوے آپس میں سر جوڑ کر اس ترکیب کو سننے لگے اور پھر زور زور سے کائیں کائیں کر کے ہنسنے لگے۔

اب یہ کوے اُس گھنے درخت کے پاس آئے اور زور زور سے چلانے لگے "ہماری مدد کرو! ہماری مدد کرو! کوئی ہے جو ہماری مدد کریں اور ہماری فریاد کو سنے۔۔۔" آواز سن کر تمام کبوتر، مینا اور چڑیا اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلے "کیا ہوا کیوں اتنا شور مچا رہے ہو؟" مینا نے آگے بڑھ کر ان کوؤں سے پوچھا۔

"تمھیں کس قسم کی مدد کی ضرورت ہے؟" کبوتروں میں سے ایک کبوتر نے ان کوؤں سے سوال کیا۔

"ہم جس درخت پر رہتے تھے انھیں تیز ہوا کے جھونکے نے گرا دیا ہے۔ اب ہمارے پاس رہنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہماری مدد کرو! ہماری مدد کرو! ہم بہت پریشان ہیں۔" بڑے اور موٹے کوے نے روتے ہوئے کہا۔

چڑیا نے کہا "اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ آپ لوگ سب پریشان ہیں اور کسی کی مدد کرنا تو اچھی بات ہے۔ ویسے بھی ہمارے درخت پر کافی ساری جگہ موجود ہے۔ اگر آپ چاہے تو ہمارے ہی درخت پر ہم سب کے ساتھ مل جل کر رہ سکتے ہیں۔" چڑیا کی بات پر مینا اور کبوتروں نے بھی اتفاق کیا اور کہا "جی بلکل ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

اور پھر اس طرح وہ سب کوے بھی اسی گھنے درخت پر باقی پرندوں کے ساتھ رہنے لگ گئے۔

کچھ دنوں کے بعد اور بھی بہت سارے کوے اس درخت پر آکر رہنے لگے۔ آہستہ آہستہ جب ان کوؤں کو دی گئی جگہ تنگ لگنے لگی تو ایک کوے نے کبوتر کا گھونسلہ توڑ کر اس جگہ پر رہنا شروع کر دیا، جس پر اس کبوتر نے اعتراض کیا۔ مگر ان کوؤں نے ان کی ایک نہ سُنی۔

اب ان کوؤں کو روز کا معمول بن گیا کہ کبھی کسی مینا کا گھونسلہ توڑ دیتے، کبھی کسی کبوتر کا اور کبھی کسی چڑیا کا، اور اس جگہ پر خود رہنے لگتے۔ اور پھر جب یہ پرندے اعتراض کرتے تو انھیں اپنی چونچوں سے زخمی کر دیتے۔

کچھ ہی ہفتوں میں ان کوؤں نے آدھے سے زیادہ درخت کے گھونسلوں کو توڑ کر وہاں رہنا شروع کر دیا۔

چڑیا، مینا اور کبوتروں نے آپس میں میٹنگ کی اور کہا "اب بہت ہو گیا ہے۔ اگر ہمیں ان کوؤں سے اپنے گھروں کو چھڑوانا ہے تو ہم سب کو مل کر ان سے بات کرنا ہوگی۔"

دوسرے دن صبح ہوتے ہی سارے پرندے ملکر کوؤں کے پاس پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک بہادر کبوتر آگے بڑھا اور دھمکاتے ہوئے کہنے لگا: "تم کوؤں نے اس درخت پر جتنے دن گزارنے تھے، گزار لئے، ہم نے تم پر ترس کھا کر تمھیں رہنے کے لیے جگہ دی تھی، مگر تم ہو کہ ہمارے گھروں کو توڑ کر اس پر قبضہ کیے جا رہے ہو، کل سے یہاں صرف ہم رہیں گے، تم سب اپنا بندوبست کر لو۔"

چڑیا نے فوراً کہا "پاس ہی دوسرے درخت ہیں، وہاں کوئی نہیں رہتا، تم سب اپنے گھر وہاں جا کر بناؤ۔"

"ہاں ہاں! یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ اپنا گھر بناؤ دوسرے کا اجاڑو!" مینا اور کبوتری نے بھی چڑیا کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ہمیں کچھ نہیں پتا۔" سردار کوے نے غصے سے کہا "تم سب کے پاس کل شام تک کا ٹائم ہے، اس درخت کو خالی کرو، اب اس درخت پر صرف اور صرف ہم کوؤں کا راج ہوگا، اپنا بندوبست کر لو ورنہ گھر تو کیا، سر بھی نہیں بچے گا، یہ کہتے ہوئے سردار کوا اپنے جھنڈ کے ساتھ وہاں سے اُڑ تا بنا۔

شام سے رات ہو گئی، اجالے سے اندھیرا ہو گیا تھا، بچے بے خبر تھے، اس لئے پُرسکون ہو کر سو رہے تھے، لیکن والدین پریشان تھے، اپنے لیے، اپنے بچّوں کے لئے، اپنے گھر کے لئے، اس لئے جاگ رہے تھے۔

"بتاؤ! اب کیا کرنا ہے؟" چڑیا نے کہا "میرے تو بچے بھی چھوٹے ہیں اور گھر بناتے بناتے ایک ہفتہ لگ جائے گا۔"

"یہاں رُکے تو کوؤں کے ہاتھوں ماریں جائے گے، چلے گئے تو سردی کی وجہ سے مریں گے۔" مینا نے روتے ہوئے کہا۔

کبوتری نے کہا "اس طرح چلتا رہا تو ہمیں اپنے گھروں سے ہاتھ دھونا پڑے گا کیوں نہ ہم ان کووں کا مقابلہ کریں اور انھیں اپنے درخت سے مار بھگائیں۔"

اور پھر ان سب نے مل کر اپنی ایک ٹیم بنائی اور کوؤں سے مقابلہ کرنے لگے۔ کبھی کچھ کوے مارے جاتے ہیں کبھی کچھ کبوتر اور مینا اور چڑیا اور ان کے بچے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا مگر یہ معصوم پرندے کوؤں سے مقابلے میں پیچھے نہیں ہٹے۔ پھر ایک دن جب یہ سب پرندے مل کر آپس میں کوؤں کی سازش کو ناکام بنانے کے لیے نیا پلان بنا رہے تھے، اس وقت انہیں کبوتری نظر نہیں آئی۔

"لیکن! یہ کبوتری کہاں ہے؟ مینا نے سوال کیا، کہیں وہ یہ گھر اور ہمیں چھوڑ کر چلی تو نہیں گئی؟"

"پتا نہیں! مگر اس کے بچے یہیں پر ہیں۔" چڑیا نے جواب دیا۔

اگلے دن شام کو کبوتری واپس لوٹ چکی تھی اور اس کے آنے کے کچھ ہی دیر بعد ساتھ ہی کوؤں کا جھنڈ پھر آ نکلا "دیکھو تو سہی! یہ لوگ ابھی تک یہاں پر ہیں۔" موٹے کوے نے حیرت سے کہا "لگتا ہے تمھیں جینے سے زیادہ مرنے کا شوق ہے۔"

"ہاہاہاہا!!" سردار کی بات سن کر سارے کوے زور زور سے ہنسنے لگے، "ہاہاہاہا!!"

لیکن! یہ کیا؟ کبوتری اور اس کے پڑوسیوں کے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں تھی، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

کبوتری مسکراتے ہوئے کہنے لگی "ہم نہ مریں گے اور نہ یہاں سے جائیں گے۔"

"تم نے کیا سمجھا تھا کہ ہم اکیلے ہیں، کمزور ہیں تم ہم پر ظلم کرو گے اور ہمارے گھروں پر قبضہ کرو گے، یہ دیکھو ہمارے دوست یہاں موجود ہیں، جو ہمیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑتے۔" اس کے بعد چاروں طرف سے شاہین نکل آئے اور درخت پر آ کر بیٹھ گئے۔

"کیا مسئلہ ہے؟ کمزور دیکھ کہ حملہ کر دیا، اب ہم تمھیں بتائیں گے طاقت کا مطلب کیا ہوتا ہے؟" سردار شاہین کی آواز بھاری ہو چکی تھی اور وہ بہت غصے میں آ چکا تھا۔

"نہیں نہیں! ایسی کوئی بات نہیں، موٹے کوے نے اپنی جان بچاتے ہوئے کہا، ہم تو بس ایسے ہی مذاق کر رہے تھے، یہ رہیں، گھر ان کا ہے، درخت ان کا ہے، ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں، بس آپ غصہ نہ ہوں۔"

کوؤں کی طرف سے پہنچنے والی مصیبت کو دور کرنے پر تمام شاہینوں کا کبوتری اور اس کے پڑوسیوں نے شکریہ ادا کیا اور ان کے لئے تین دن بعد بہت مزے کی دعوت کی۔

پیارے بچو!

یہی کہانی آج ملک فلسطین کی ہے، جہاں سب مسلمان ملکر ہنسی خوشی رہتے تھے، مگر اسرائیلیوں نے وہاں آ کر آہستہ آہستہ قبضہ کرنا شروع کر دیا اور اس وقت سے لے کر اب تک اُن مسلمانوں پر ظلم کر رہا ہے اور ہم سب کو ملکر کوشش کرنی ہے کہ شاہین بن کر اپنے ان مسلمانوں بھائیوں کی مدد کریں اور انھیں ظلم سے نجات دیں۔

پیٹو!

کھانے کے آداب (آداب اسلامی)

شہباز آج کل بہت خوش تھا کیونکہ اس کے اسکول میں اگلے ہفتے میلہ لگنے والا تھا۔

جس میں جھولے، جادوئی کرتب، کھیل کے مقابلے اور کھانوں کے اسٹال لگنے تھے۔ شہباز کو میلے کی کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن صرف کھانے کے اسٹال سے۔ شہباز کھانے پینے کا بے انتہا شوقین تھا اور اس کی خوشی کی وجہ یہی تھی کہ اسکول کے میلے میں مزے مزے کے کھانے ہوں گے جو میں پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔

شہباز نے ایک دن پہلے ہی اسکول سے سب معلومات حاصل کر لی تھی کہ میلے میں کون کون سے کھانے کے اسٹالز لگنے والے ہیں، اس لیے وہ بہت خوش تھا۔ جب شہباز سکول سے گھر آیا تو خوشی خوشی اپنی امی کو بتانے لگا "امی! امی! آپ کو معلوم ہے کل اسکول میں جو میلہ لگنے والا ہے اس میں کھانے کے بہت سارے اسٹالز ہوں گے، جس میں گول گپے، چنا چاٹ دہی بھلے،، کچوریاں نگٹس، بریانی، حلیم اور بہت کچھ ہو گا۔۔۔۔" کھانے کی ڈشز کا نام لیتے لیتے شہباز کے منہ میں پانی بھر آیا۔

امی جو کھانا بناتے بناتے شہباز کی باتیں بھی سن رہی تھی، شہباز کی طرف مخاطب ہوئی اور کہنے لگی "ٹھیک ہے بیٹا! معلوم ہے کہ کل اسکول میں میلہ ہے لیکن تم خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ بہت زیادہ کھانا کھا لو یا الٹی سیدھی چیزیں کھا لو جس کی وجہ سے تمہارا پیٹ خراب ہو جائے۔ ہمیں کھانے کے آداب کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔" شہباز نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا "امی! آپ نے تو میرا سارا موڈ ہی خراب کر دیا۔ بس جلدی سے کل کا دن آئے، میں میلے میں جاؤں، اور بہت ساری چیزیں کھاؤں۔ میں نے تو کل کے لیے بہت سارے پیسے بھی جمع کر کے رکھے ہوئے ہیں۔" یہ کہہ کر شہباز اپنے کمرے میں چلا گیا۔

پوری رات شہباز نے انتظار کر کے گزاری کہ صبح کب ہو گی اور جب صبح ہوئی شہباز تیار ہو کر ناشتہ کے بغیر ہی اسکول جانے لگا۔ امی نے آواز لگائی "بیٹا! ناشتہ تیار ہے، جلدی سے ناشتہ کر لو اور پھر اسکول جاؤ۔"

"نہیں امی! آج تو اسکول کے میلے میں مجھے بہت کچھ کھانا ہے، اس لیے آج ناشتے کی چھٹی۔۔۔ ہاہاہاہا۔"

امی نے شہباز کو پھر سمجھایا "بیٹا جو دل چاہے کھانا، مگر کھانے کے آداب اور اصولوں کا ضرور خیال رکھنا تاکہ تمہارا پیٹ خراب نہ ہو اور اللہ بھی تم سے ناراض نہ ہو۔"

"امی! فکر نہ کریں۔ میں اپنے حساب سے ہی کھانا کھاؤں گا"۔ یہ کہہ کر شہباز گھر سے باہر نکل کر اسکول کی بس میں بیٹھ گیا۔

شہباز جب اسکول پہنچا تو پلے گراؤنڈ میں کافی سارے اسٹالز لگے ہوئے تھے۔ کچھ بچے جھولے جھولنے لگے، کچھ کھیلوں کے مقابلے میں شرکت کرنے کے لیے دائیں طرف کے اسٹالز پر جانے لگے اور جادوئی کرتب والے اسٹال پر تو رش ہی لگ گیا تھا مگر شہباز کی نظریں صرف ان اسٹالز کو ڈھونڈ رہی تھی جہاں پر کھانے کی ڈشز موجود تھی اور پھر شہباز نے دیکھا کہ بائیں طرف کھانے کے اسٹالز لگے ہوئے ہیں۔ اسے تو کسی چیز سے دلچسپی تھی ہی نہیں۔ سیدھا کھانے

کے اسٹالز کی طرف گیا اور خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ کبھی نگٹس لیے تو کبھی چھولے، کبھی دہی بھلے کھائے، تو کبھی گول گپے، بریانی تو اس کی پسندیدہ ڈش تھی اس لیے اس نے پلیٹ بھر کر بریانی بھی کھائی۔ شہباز بڑے بڑے نوالے لے کر اور اچھی طرح چبائے بغیر بریانی کھا رہا تھا کیونکہ اسے بریانی کے بعد حلیم بھی کھانا تھا۔ اب جب اس نے پلیٹ میں حلیم لیا اور کھانا شروع کیا تو تھوڑا سا کھا کر چھوڑ دیا کیونکہ اب اس کے پیٹ میں جگہ بلکل ہی نہیں رہی تھی، اس کا پیٹ بہت بھاری ہو چکا تھا، اتنا کہ وہ چل بھی نہیں پا رہا تھا۔ شہباز بوجھل قدموں کے ساتھ گھر آیا تو بہت تھکا تھکا لگ رہا تھا، زیادہ کھانا کھانے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں درد بھی شروع ہو چکا تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ ابھی اسے متلی آ جائے گی۔ وہ سیدھا جا کر بستر پر لیٹ گیا۔ آہستہ آہستہ اس کے پیٹ کا درد بڑھنے لگا اور اسے بخار بھی ہونے لگا۔

شہباز مسلسل اِدھر سے اُدھر بستر پر کروٹ لے رہا تھا لیکن نہ اس کے پیٹ کا درد ختم ہو رہا تھا اور نہ ہی بخار۔ امی بھی کافی پریشان تھی۔ جب شام ہوئی اور شہباز کے بابا گھر آئے تو امی کے کہنے پر اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر نے شہباز کی جب یہ حالت دیکھی تو انجیکشن لگائی اور دوائیاں بھی دی۔ وہ کڑوی دوائیاں جو شہباز کو کھانا بالکل بھی پسند نہیں تھی اور کہا کہ شہباز کا پیٹ بہت حد تک خراب ہو چکا ہے۔ ایک ہفتے تک شہباز صرف نرم غذائیں مثلاً کھچڑی، دہی وغیرہ ہی کھا سکتے ہیں۔ کھچڑی کا نام سن کر تو شہباز کا منہ ہی بن گیا کیونکہ اُسے کھچڑی تو بلکل بھی پسند نہیں تھی۔ "بابا! کیا اب میں ایک ہفتے تک کوئی بھی اچھا کھانا نہیں کھا سکوں گا؟" "جی بیٹا اگر آپ ڈاکٹر کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں گے تو جلد ہی صحتیاب ہو جائے گے۔" ابو نے پیار سے شہباز سے کہا۔

جب شہباز ابو کے ساتھ گھر آیا اور بستر پر لیٹا تو امی جو کہ بہت پریشان تھی، شہباز کے پاس بیٹھ گئی اور اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور پیار سے شہباز کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اُسے سمجھانے لگی "بیٹا! کھانا اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے لیکن کھانے کی اصولوں اور آداب کا خیال رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے تا کہ یہ کھانا، غذا بن کر ہمارے جسم کو صحت مند اور تندرست کرے اور مجھے معلوم ہے کہ نہ آپ نے کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھا ہو گا نہ الحمدللہ۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور بعد میں ہاتھ دھونا بھی کھانے کے آداب میں شامل ہے جس کا آپ خیال رکھنا اکثر ہی بھول جاتے ہیں۔ اور ہم سب آپ کو اکثر کہتے ہیں کہ آہستہ آہستہ، اچھی طرح چبا کر اور چھوٹے چھوٹے نوالے لے کر کھانا کھایا کریں۔ اور زیادہ کھانا کھانا اور بھرے ہوئے پیٹ پر کھانا کھانا تو ہماری آنتوں کو بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ کیا تم نے میلے میں کھانا کھاتے ہوئے ان تمام باتوں کا خیال رکھا تھا۔"

شہباز نے شرمندگی کے ساتھ کہا "امی! بالکل نہیں شاید اسی وجہ سے میں بیمار ہو گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں کیونکہ میں نے نہ کھانے سے پہلے بسم اللہ کہا تھا، نہ آخر میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا اور شاید مجھے اسی بات کی سزا ملی ہے۔" شہباز کی امی نے پھر اسے سمجھاتے ہوئے کہا "بیٹا! اگر

آپ کھانے کی تمام آداب کا خیال رکھیں گے تو پھر یہ کھانا آپ کے لیے فائدہ مند ثابت ہو گا نہ کہ نقصان دہ۔"

شہباز نے اپنی امی کے ہاتھ کو پکڑ کر شرمندگی کے ساتھ کہا "امی! مجھے معاف کر دیں۔ میں نے آپ کی بات نہیں مانی۔ آئندہ میں کھانے کے تمام آداب کا خیال رکھوں گا۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھوں گا اور آخر میں الحمدللہ بھی، کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ بھی دھوؤں گا۔ آہستہ آہستہ خوب چبا چبا کر چھوٹے نوالے لے کر کھانا کھاؤں گا اور کھانا کھاتے وقت تو بات بالکل نہیں کروں گا اور نہ ہی بھرے پیٹ پر کھانا کھاؤں گا۔" شہباز کو اب امی کی تمام باتیں سمجھ آچکی تھی۔

پیارے بچوں! ہمیں بھی چاہیے کہ ہم کھانے کے تمام آداب کا خیال رکھیں تا کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم سے خوش ہو اور ہماری صحت بھی اچھی رہے۔

Avialable At: kids.mashrabenaab.com
Contact: 0341-9437476